

از ارشاد امیر عالیہ الشیخ مولانا شاہ عبد الغفور صاحب مجددی عباسی
مہاجر مدینہ طیبہ قدس اللہ سرہ العزیز

خدائی نعمتوں

۳

حقوق اور تقاضے



نیابت کے دن پانچ سوالات

علم و حکمت سے برتر یہ روح پرور وعظ حضرت مولانا قدس سرہ نے دارالعلوم حقانیہ
اپنی آمد کے موقع پر ۱۸ رجب ۱۳۸۱ھ بمطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۶۱ء بروز بدھ دارالعلوم کی زیر تعمیر
جامع مسجد میں بعد از نماز ظہر علماء و صلحاء اور طلباء کے بہت بڑے مجمع میں ارشاد فرمایا جسے
اس وقت من و عن ضبط کیا گیا۔ آج جبکہ حضرت مرحوم دنیا میں نہیں ہیں تو ان کے ارشادات
مراعظ اور گرانمایہ ملفوظات میں متوسلین کیلئے کافی سلمان تسکین و ہدایت موجود ہے۔
انشاء اللہ اگلی فرشتوں میں حضرت کے مزید مراعظ اور ملفوظات بھی پیش کئے جائینگے
”سمیع الحق“

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء سيدنا ومولانا محمد وآله
ومحبته اجمعين. اما بعد فقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزول قدم ما بن آدم
يوم القيامة حتى يسأل عن خمس عن عمره فيما افناه وعن شبابه فيما ابلاه وعن ماله من اين
اكتسبه وفيما انفق وما ذاعلم فيما علم او كما قال سيدنا ومولانا صلى الله عليه وسلم -

تہیدی کلمات | میرے بھائی مولوی سمیع الحق صاحب نے سپاس نامہ کے ضمن میں اس فقیر کے

متعلق جو کچھ بیان فرمایا۔ میں اس کا لائق نہیں۔ میں محض ایک طالب علم ہوں۔ یہ محض ان کا حسن ظن ہے کہ انہوں نے اس فقیر کا اکرام و اعزاز فرمایا ہے۔ درحقیقت یہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ قلبی محبت اور والہانہ عقیدت کا نتیجہ ہے۔ اور مدینہ منورہ (شریفہ اللہ وکرہا) کا احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرما کر ان نیک جنابت کا انہیں اجر عطا فرماوے۔ میں تمام مدارس دینیہ کا دعاگو ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ کے وجود کو تادیر قائم و دائم رکھے اور مدرسہ کے تمام اراکین و مدرسین کو اللہ تعالیٰ طویل زندگی نصیب فرماوے۔ میں ان کے ان عقیدتمندانہ کلمات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ البتہ مدینہ منورہ میں ان کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ اگر خداوند قدوس نے خیریت کے ساتھ وہاں پہنچایا، میرے دل میں علوم دینیہ کے ساتھ گہری محبت ہے، علماء دین اور طالبانِ علوم دینیہ کا خادم اور دعاگو ہوں۔

محترم بھائیو! یہ ایک مختصر حدیث ہے جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی۔ یہاں علماء کرام موجود ہیں جو حدیث شریف کے معنی و مقصد سے بخوبی واقف ہیں، لیکن یہاں کے اس اجتماع میں عام لوگ بھی بیٹھے ہیں۔ میں ان کے سمجھانے کے لئے اس حدیث شریف کا مقصد بیان کرتا ہوں۔

حدیث کا خلاصہ و مطلب | بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں قیامت کے بعض احوال کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ جب قیامت کا دن قائم ہو جائے۔ تو بنی آدم کے دونوں قدم اپنی جگہ سے نہ ہلے گئے جب تک اس سے پانچ سوالوں کا نہ پوچھ لیا جائے۔ پہلا سوال عمر کے متعلق کیا جائے گا۔ عن عمرہ فیما افناہ۔ اے انسان میں نے تجھے بیش قیمت عمر سے نوازا تھا آپ نے اس بیش بہا عمر کو کس مد میں خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمان برداری اور اس کے ذکر میں صرف کیا۔ یا کہ معصیت اور غفلت میں ضائع کیا۔

ہماری زندگی کے اوقات اور عمر کے یہ لمحات انتہائی قیمتی ہیں۔

اوقات کی اہمیت اور ہماری بے قدری | ایک ایک سیکنڈ اور لمحہ میں انسان بڑی بڑی نعمتیں اور طرح طرح کے اعمال صالحہ اپنے لئے فراہم کر سکتا ہے۔ اس چند روزہ زندگی کی فرصت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے فرامین و احکام کی تعمیل کے صلہ میں آخرت کی دائمی زندگی اپنے لئے حاصل کر سکتا ہے۔ صد افسوس کہ ہماری زندگی کے زرین اوقات اللہ تعالیٰ کی تابعداری کی جگہ معصیت اور نافرمانی میں بسر ہوتے ہیں۔ آج عصریت کا ایک دور ہے، دھرتی کا سیلاب

ہے جس میں مسلمان ڈوبے ہوئے بہتے جا رہے ہیں۔ نہ اپنے خالق سے لگاؤ ہے، نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، اور نہ اللہ تعالیٰ کے ان گنت احسانات اور لافتنابی نعمتوں کا احساس ہے۔ خداوند قدوس کی بے شمار کریم فرمائشوں کا شکریہ ہم کبھی بھی ادا نہیں کر سکتے۔ اگر ہم تمام عمر نفس و جود کا شکریہ ادا کرنے میں لگے رہیں تو اس کے شکریہ سے بھی عہدہ بردار نہیں ہو سکتے حضرت داؤد علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ انسان کے جسم پر جتنے بال ہیں اگر ہر ایک بال کو دو دو زبانیں عطا کی جائیں، اور ہر زبان قیامت تک شکریہ ادا کرنے میں مصروف ہو جائے تو شکریہ کا حق ادا نہ کر سکے گا۔ دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان، زبان، ناک اور جسم کے دیگر اعضاء اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی ہوئی بیش بہا نعمتیں ہیں۔

شکریہ اور کفرانِ نعمت | زبان خداوند کریم کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ احادیث نبویہ کی اشاعت کی جائے۔ وعظ و ارشاد کا مقدس فریضہ اس کے بدولت سرانجام دیا جائے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں استعمال ہو، نہ کہ غیبت، جھوٹ، گالی گلوچ، القاب قبیحہ میں۔ کیونکہ یہ اس نعمت کا شکریہ نہیں بلکہ کفرانِ نعمت ہوگا۔ اگر زبان سے ارشادِ نبویہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام نہ لیا گیا، بلکہ قوتِ گویائی، گانے بجانے، جھوٹ اور فحش کلامی میں صرف کی گئی، تو زبان اور قوتِ گویائی جیسی عظیم نعمتوں کا شکریہ ادا نہ ہوا۔ اس زبان سے اگر ذکر و تلاوت نہ ہوتی تو کاش اس سے غیبت بھی نہ ہوتی، گانے بجانے جھوٹ وغیرہ کا کام بھی زبان سے نہ لیا جاتا تو پھر بھی اچھا ہوتا۔ ایک چیز جس مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے اس کو اس مقصد کے ضد میں استعمال کرنا کفرانِ نعمت ہے، اسی طرح کائنات قرآن مجید، احادیث نبویہ اور مواظفِ حسنہ کے سننے کے لئے ہے یہ نعمت اسی لئے بخشی گئی ہے کہ قال اللہ اور قال الرسول سن کہ اس پر عمل درآمد کیا جائے۔ اگر اس سے گانے بجانے، ریڈیو کے فوارشات سننے کا کام لیا گیا۔ آنکھوں سے قرآن مبینی اور احادیث نبویہ کے مطالعہ اور دیگر جائز امور کے معائنہ کی بجائے سینما، تھیٹر اور فحاشیوں کے مراکز دیکھنے کا کام لیا گیا۔ تو یہ ناشکری اور کفرانِ نعمت ہوگا۔ اور یہ کفرِ دہشت کفر ہے۔ اسی طرح ہمارا دل جو اشرف الاعضاء تمام اعضائے جسمانی کا رئیس ہے، اس کا کام بھی اشرف ہو، یعنی عشقِ خدا، محبتِ رسول، ذکرِ حق، فکرِ حق کا مرکز ہو۔ اگر کینہ و حسد بغض و عناد، مسلمانوں کے ساتھ نفرت، ماسوی اللہ سے محبت اور اس قسم کی چیزوں کو دل میں جگہ دی گئی تو ہم نے دل کا استعمال اپنے ضد میں کیا۔ جو

نایت درجہ کی شوق چستی اور کفرانِ نعمت ہے، میں عرض کر رہا تھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہ ہلیگا۔ قدم نہ اٹھائے گا۔ جب تک پانچ باتوں کی جواب دہی نہ ہو جائے گی۔

من عمرہ فیما افناہ۔ پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی زندگی کے اوقات کو کن کاموں میں صرف کیا۔

حقوق الاوقات اور حقوق اللہ فی الاوقات | ہر چیز کے حقوق کی طرح وقت کے بھی حقوق ہیں۔ ایک حقوق اللہ فی الاوقات ہیں اور ایک خود حقوق الاوقات ہیں۔ حقوق اللہ فی الاوقات کا مطلب یہ ہے کہ اوقات میں اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کئے جائیں اور حقوق الاوقات سے یہ مراد ہے کہ خود وقت ایک نعمت ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو اس کام میں صرف کیا جائے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ پہلی قسم یعنی حقوق اللہ فی الاوقات اگر اپنے وقت میں کسی عذر کی بناء پر ادا نہ ہو سکیں تو ان کی قضا دوسرے وقت میں جائز ہے۔ جیسے ظہر کی نماز اگر اپنے وقت میں ادا نہ کی جائے تو عصر کے وقت میں قضا پڑھی جاسکتی ہے کیونکہ وقت ظرف ہے۔ معیار نہیں۔ (یہ ایک اصولی اصطلاح ہے) اور دوسری قسم یعنی حقوق الاوقات یہ حقوق اگر ہر وقت ادا نہ کئے جائیں تو ان کی تلافی اور تدارک ممکن نہیں۔ یہ غیر ممکن القضاء ہیں۔ مثلاً یہ ایک وقت ہے جس میں ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور اس وقت کے ہمارے اوپر حقوق ہیں۔ جو وقت گزر گیا وہ دوبارہ نہیں لوٹ سکتا۔ وقت ہمیں بزبانِ حال پکارتا ہے کہ میرا تمام حصہ ذکر حق، فکر حق اور اطاعت و عبادت میں مشغول کرو۔ اگر وقت یادِ خدا اور بندگی حق میں گزار دیا۔ (جیسا کہ یہ مبارک وقت ہے) تو یہ وقت کے حقوق کی ادائیگی ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں یہ نعمت وقت کا حق تشکر ہے۔ اور اگر وقت کو معصیت میں غفلت میں صرف کیا گیا تو وقت پکارتا ہے، اے غافل! توبہ کر، اللہ تعالیٰ کی طرف تمام تر توجہات مبذول کر کے اس کے ساتھ تعلق پیدا کر۔ ہم نہ تو توبہ کرتے ہیں، نہ انابت الی اللہ صرف زبانی توبہ ہے۔ قلبی توبہ نہیں۔

توبہ کی حقیقت | زبان کی توبہ تو ہر وقت زبان پر ہے، بلکہ بعض لوگ توبہ کرتے وقت دائیں کان سے بائیں کان تک ہاتھ لے جاتے ہیں۔ اور ہزار بار توبہ کہتے ہیں لیکن دل بدستور غافل ہوتا ہے صرف زبان پر استغفر اللہ ہوتی ہے۔ ادھر حالت یہ ہوتی ہے کہ ذوقِ گناہ اور لذاتِ معصیت میں اتنے بے ہوش ہو جاتے ہیں کہ ڈاڑھی مونڈائیں گے بشکل و

صورت غیر اسلامی، تہذیب و تمدن غیر شرعی، انگریزی بال نہ ہٹا سکیں، نکٹائی کو گٹھے سے نہ پھینک سکیں۔ دعویٰ تو کہیں محمد مصطفیٰؐ کی غلامی کا اور صورت و سیرت سے دشمنانِ رسولؐ، اعداد اسلام کی غلامی عیاں ہوتی ہے۔

سبحہ برکتہ توبہ بر لبِ دل پرانہ ذوقِ گناہ
معصیتِ راختہ نی آید نہ استغفارِ ما
ہاتھ میں تسبیح اور زبان پر توبہ مگر دل میں گناہ کرنے کی لذت اور شوق۔ ہماری
اس استغفار سے معصیت کو ہنسی آتی ہے۔

توبہ حقیقت میں وہ ہے جو دل کی تختی سے گناہوں کا میل کھیل اور ماسوی اللہ کے رنگ
دھو ڈالے۔ التوبۃ الذمۃ۔ توبہ حقیقت میں شرمندگی اور سکتے ہوئے گناہوں پر پشیمانی کا
نام ہے۔ اور آئندہ کے لئے عہد کرنا ہے کہ اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق بسر کروں گا۔
حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتا رہوں گا۔ تب توبہ قبول ہوگی۔ آج بھی ان ایام کو غنیمت سمجھو کہ
توبہ کیجئے اپنی اوقاتِ عزیزہ کو ضائع نہ کیجئے۔

عہدِ سعادت اور موجودہ مسلمانوں کا عظیم تفاوت | اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کر کے
آخرت کی زندگی کو سنواریں عصریت اور دہریت کا ایک سیلاب ہے۔ جو عالمِ اسلامی کو اپنی آغوش
میں لئے ہوئے ہمارا ہے۔ یہ بہت باریک اور نازک ترین دور ہے۔ امام حسن بصریؒ جلیل القدر
تابعی ہیں۔ صحابہؓ کو دیکھ چکے تھے۔ اپنے زمانے کے لوگوں کی بدخوابیوں کو دیکھ کر پکارا اٹھتے:
واللہ قدامہ کنا اقواماً اور ذاکہ نقالواھولاً لا یومنون باللہ والیوم الآخر۔

”خدا کی قسم ہم نے ایک ایسی پاکباز اور صالح جماعت کو دیکھا ہے۔ اگر وہ تمہیں
دیکھ لیں تو چیخ اٹھیں کہ یہ لوگ خدا اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔“

یہ اس عہد کی حالت تھی۔ جسے خیر القرون کی مجاورت اور قرب کا شرف حاصل تھا۔ آج
ہم کس دور سے گزر رہے ہیں اس کا اندازہ لگائیں۔؟

حسن بصریؒ کا یہ قول علامہ امام شریفؒ نے اپنی کتاب لطائف المنن میں ذکر کیا ہے۔
حیث رہنا تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ | صرفیہ و شافعیہ دین ایک جگہ اکٹھے ہو گئے تھے۔

ان میں سے ایک خدا رسیدہ بزرگ ہے۔ کہتا ہے ہم تو لوگوں کی اصلاح کر رہے ہیں، اور تمام ناجائز
امور سے توبہ کر چکے ہیں۔ مگر ایک چیز سے ہم نے ابھی تک توبہ نہیں کیا، اُس سبب مل کر اس سے

نکلے شیخی اذا فارقتہ خلعتہ ، ولیسے اللہ ان فارقتہ خلعتہ

نکلے شیخی اذا فارقتہ عوصی ، ولیسے اللہ ان فارقتہ عوصی

تو آخرت کی دائمی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا کے ان فانی نعمتوں کو مول لینا دنیا ہی کا سحر ہے۔ ہر قسم کے گناہ ان دنیا کے ساتھ محبت رکھنے کے سلسلہ میں سرزد ہوتے ہیں۔ اسی محبت دنیا نے ابو جہل کو اسلام جیسی نعمت عظمیٰ سے محروم کر دیا

ابو جہل کی گمراہی کی وجہ | میری مت و تادمخ کی کتابوں میں یہ واقعہ لکھا گیا ہے کہ جب

غزوہ بدر میں حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کی مصیبت بندی کر رہے تھے۔ ادھر مقابل میں ابو جہل مشرکین مکہ اور کفار عرب کو مسلمانوں سے مقابلہ میں صفوں میں مرتب کر رہے تھے۔ متنے میں امیہ بن خلف ابو جہل کے قریب جا کر کہنے لگے، کہ بھائی ابو جہل ہم تو لڑائی کے لئے گھر سے نکلے ہوئے ہیں۔ اور غریب و شہید کو نہیں گھبرائیں گے۔ صرف اتنا برا دیکھتے کہ محمد مصطفیٰ نبی ہیں، یا نہیں؟ ابو جہل نے جواب دیا کہ یقیناً نبی ہیں، ان کی نبوت میں ذرا برابر شک نہیں لیکن اگر ہم ان کی رسالت نبوت تسلیم کریں۔ تو ہم سے بہتر ہماری موجودہ وجاہت دنیا کا یہ بھاؤ و جلال اور مال و متاع چلا جائے گا۔ پس ابو جہل اس دنیا کی محبت میں ہمیشہ کی بدولت، دولت اسلام اور نعمت ایمان سے محروم رہ گیا۔ بزرگوں کا یہ جملہ بالکل درست ہے: **فان هذه السعادة تفرق بين العبد وربه**۔ یہی دنیا باپ اور بیٹے، بیٹھ اور باپ کے درمیان عداوت ڈالتی ہے۔ اسی دنیا کی محبت کی خاطر بھائی بھائی کو بری شوہر کو باپ، بیٹے کو بیٹا باپ کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔

مسلمانو! اس دنیا کی محبت دل سے نکال دو۔ اپنے اوقات کو خالق حقیقی اور نعم حقیقی کی یاد میں اور اسی کی فکر میں لگا دو۔ پیرائوس کرو گے۔ پچھتاؤ گے۔ مگر ندامت و حسرت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خداوند کریم

اہل جنت سے خطاب فرمائیں گے۔ اے اہل جنت

تم کیا چاہتے ہو، جنتی کہیں گے: اے ہمارے خالق اے ہمارے

تر کسی چیز کی کمی نہیں البتہ ہمیں ایک چیز کی خواہش ہے۔ وہ یہ کہ

اس دنیا کی ہر چیز ہر نے والی چیز کا بدل اور تمام مقام مل جائے۔ مگر اللہ جل مجدہ

سے جدا ہو جانے کا کوئی بدل اور تدارک ممکن نہیں۔ (سمیع الحق)



ہمیں پھر دنیا کی طرف واپسی کا موقع دیا جائے۔ تاکہ جو اوقات ہم نے غفلت اور معصیت میں ضائع کئے ہیں، ان کے بدلے اور اوقات تیری یاد اور تیری عبادت میں لگالیں۔ لا یتخسرو اهل الجنة على شئ من الاعلى ساعاتهم بالخطیئة او كما قال عليه الصلوة والسلام۔ اهل جنت کو صرف ان لمحات پر حسرت ہوگی جو غفلت و سہ پر وائی میں گزرے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کہ اب تمہیں واپسی کی اجازت نہیں۔ تم دنیا ہی میں کیوں اپنے اوقات عزیزہ کو میری عبادت میں صرف نہ کر سکتے تھے۔ میں نے پیغمبروں کو بھیجا، علماء دین اور اہل اللہ نے تمہیں اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت کی طرف بار بار تو بہات دلائے۔ اب تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ یہ حالت ان لوگوں کی ہے جو جنت کو پہنچ چکے ہیں۔ ان لوگوں کا کیا شرب ہوگا جنہوں نے دنیا کو اپنے سینوں سے پھٹا کر رکھا۔ آخرت کو پس پشت ڈال دیا۔ مگر دنیا کی محبت سے ایک سیکنڈ بھی غافل نہ رہے۔ آج ہم اپنے اوقات کو دنیا کے کمانے میں صرف کر رہے ہیں۔ ہمیں اس کا فکر نہیں کہ مرنے کے بعد ہم کیا اثرات چھوڑیں گے۔

اولاد کی بربادی کا وبال والدین کے سر پر | ہم خود دین سے غافل، ہماری اولاد دین سے بے فکر ہمارا ماحول دنیا پرست، اپنی اولاد کو انگریزی پڑھا پڑھا کر ان کو دھری بنا لیتے ہیں۔ خدا اور رسول سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ پھر ماں باپ نے جو دولت ملال کی کمائی ہو تو والدین کے مرنے کے بعد یا ان کی زندگی میں اولاد اسے حرام مصارف اور خواہشوں میں اڑا دیتی ہے جس کا باعث مالاں باب ہوئے جتنے جس کا وبال بھی والدین ہی کے سر پر ہوگا۔ اس رفیل دنیا کی خاطر اپنی اولاد کو انگریزی کی تعلیم دلاتی جاتی ہے تاکہ وہ تعلیم یافتہ ہو کر دولت کے جائز اور ناجائز ذخیرے جمع کر دیں۔

اسلام کی قدر و قیمت | میں کو کشش کرنی چاہئے کہ اسلام کی گرانمایہ نعمت کو محفوظ رکھیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کے لالچ میں ہم سے یہ بے بدل نعمت سلب ہو جائے۔ دنیا تو ایک رفیل اور دنیا چیز ہے۔ دنیا میں نیل کھیل ہے۔ التکبیرۃ الادنیٰ خیر من الدنیا صاف ہے۔ ایک تکبیر تحریر ہے کہ امام کے ساتھ ادا کرنا کائنات، دنیا اور دنیا میں جو نعمتیں موجود ہیں سب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے حق میں فرمایا: حلال ما حلالہ و حرام ما حرامہ۔ حلال کی کمال کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور حرام دنیا تو عذاب اور وبال جان ہے۔

دنیا کی حقیقت | اکثر دنیا دار، اغنیاء، امراء لوگوں کو فقیروں، درویشوں اور اولیاء اللہ کی صحبت کا شرف نصیب نہیں ہوتا۔ امیر لوگ اس قسم کی مجالس کو نہیں آتے۔ یہ کیا ہے؟

یہ دنیا کی محبت ہے۔ کلاذات الانساف لپیٹنے میں رہا استغنیٰ۔ یہ تمام طغیان اور سرکشی احکام خداوندی سے حکم عدولی کرنے کی وجہ سے ہے۔ "الدنيا حلوة خضرة ساحرة" دنیا زائقہ میں مٹیسی شوس ہوتی ہے اور دیکھنے میں سرسبز و شاداب اور خوش منظر ہوتی ہے مگر حقیقت میں مکار اور ساحرہ ہے۔ اس دنیا کی محبت سے توبہ کرو۔ آخرت کو حاصل کرنے کے لئے اعمال صالحہ کا ذخیرہ اور ترمشہ مہیا کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی دائمی آرام و راحت اور خوشیوں کی تلاش میں اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ موضوع ذخیر فی الجنة خیر من الدنيا وما فیہا جنت میں ایک بالشت مقدار جگہ دنیا دہا نہیں ہے بہتر ہے۔ وہاں کی ایک خود کی چٹکی کی قیمت دنیا دہا نہیں ہے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اس کے ارادے وسیع ہیں۔ وہاں معاملہ کن فیکون کا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ اپنی اور اپنی اولاد کی اصلاح کریں۔ یا ایہا الذین آمنوا اتوا انفسکم و اہلیکم نارا۔ "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اور ڈراؤ۔ حضرت ابن عباسؓ حبر الامت اور حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے: ای یشتوی اللہ و امثالہ ما امر اللہ بہ واجتنابہ ما حکى اللہ عندہ۔ "یہی اہل و عیال کو خدا کے تقویٰ اور اس کے ادا کر کے اقتال اور منہیات خداوندی سے اجتناب کے ذریعہ جہنم سے بچاؤ۔"

بعض ایسے افعال ہیں جن کے متعلق ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ ان کو ادا کرو۔ اور بعض ایسے افعال ہیں جن سے ہمیں باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے، تو مامورات پر عمل کرنا اور منہیات سے بچنا دائمی وبال ہے اپنی جانوں کو محفوظ کرنا ہے۔ بنی کریم کا ارشاد ہے: الاحکام رباعی دھکم مسطور عن رعیت۔ "تم میں سے ہر ایک راعی اور نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔"

نعمتوں کی باز پرس | بادشاہ سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جاسے گا کہ میں نے تجھے سلطنت و حکومت اور تخت و تاج سے مرزا دی بخشی تھی، رعیت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں میں دی تھی۔ آپ نے رعیت کی کیا خدمت کی، شرعی قوانین کو کس حد تک جاری کیا، صلہ و صلہ کے لوگوں کا اور ٹھیکیدار سے اپنے علاقہ اور گاؤں کے پورے پورے سے اپنے گاؤں

کے باشندوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ خاندان سے بیوی اور باپ سے بچوں کے متعلق دریافت کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے آپ کو اولاد کی نعمت بخشی تھی۔ آپ نے ان کو کس راستہ پر لگایا تھا، دینی مدارس کی بھیجا تھا؟ تاکہ وہاں قرآن مجید اور اسلامی علوم سیکھیں۔ یا انگریزی سیکھنے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اور اگر کسی شخص کی بیوی بھی نہ ہو، اولاد بھی نہ ہو، مال و متاع بھی نہ ہو تو اس سے اس کے اعضاء کے متعلق پوچھا جائے گا، کہ میں نے آپ کو دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، آنکھیں وغیرہ اعضاء دئے تھے۔ آپ نے ان اعضاء کو اطاعت و عبادت میں صرف کیا، یا نافرمانی میں ضائع کیا۔ ان "سمع والبصر والعواد کل اولئک کان عنہ مسئلہ" کان اور آنکھ، دل ان تمام نعمتوں کی باز پرس کی جائے گی۔ ہمارا کتنا بڑا مہربان خدا ہے جس نے ہم پر ناپاہری اور باطنی نعمتوں کو بارشیں برساتیں۔

شکر نعمتہا سے تو چہذا نکہ نعمتہا سے تو عذر تقصیر است ما چہذا نکہ تقصیر است ما

وقت کی تیار کرنے کاٹ دیا | تو میں عرض کر رہا تھا کہ قیامت کے دن پہلا سوال زندگی کے

متعلق ہوگا۔ الوقت سیئۃ اما تقطعہ اذ یقطعک - وقت ایک تلوار ہے، یا تو آپ اس تلوار کو کاٹ دیں گے یا تلوار آپ کو کاٹ دے گا۔

صد افسوس کہ وقت کی اس تلوار سے ہمیں کاٹ ڈالا۔ اب بھی فرصت ہے تو بہ کر لو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ ورنہ اگر سکرات الموت شروع ہو گئیں، تو پھر توبہ کا راستہ ثابت نہ ہوگا۔ اتباع سنت، عمل صالح اور اہل اللہ علما سے ربانی کی صحبت کا راستہ ہوگی۔

دوسرا سوال | قیامت کے دن دوسرا سوال جوانی کے متعلق ہوگا۔ ومن شبابہ ینابلاہ۔

اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ میں نے آپ کو جوانی دی تھی۔ آپ نے یہ جوانی کس چیز میں بسر کر دی۔ جس طرح کپڑا جب نیا ہوتا ہے تو مضبوط ہوتا ہے۔ اور جب پرانا ہو جاتا ہے۔ تو کمزور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جوانی بھی کپڑے کی طرح رفتہ رفتہ پرانی ہوتی جاتی ہے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے:

اغتم خمساً قبل خمس شبابک

قبل ہرولک وصحتک قبلے

سقمک وغناک قبل فقرک

وفراغک قبل شغلک وحیاتک

قبل موتک - (ترمذی شریف)

سے پہلے زندگی کو۔

جوانی ایک نعمت ہے۔ اسی حالت میں زندگی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہونا سعادت ہے۔ بڑھاپے میں تو مجبوراً توبہ کرنا پڑتا ہے۔ جوانی میں خدا کی طرف توجہ کرنا جہاد اکبر ہے۔ اسی طرح زندگی اور صحبت بھی نعمت ہے۔ اور توانگری میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا کمال ہے۔ فقیری میں مبتلا ہونے سے قبل اسیری کو نعمت سمجھنا چاہیے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے:

کاد الفقران یصیر کھرا۔ (بسا اوقات فقیری کفر کی باعث ہوتی ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اعوذ باللہ من الکفر والفاقة والفقر۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں

کفر اور فاقہ اور فقر سے (الحیث) غریب بوجہ تکالیف بسا اوقات کلمات کفر استعمال کر لیتے ہیں۔

تیسرا سوال | تیسرا سوال مال کے متعلق ہوگا۔ ومن اماله من امین اکتسبہ۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تو نے یہ مال کہاں سے کمایا ہے۔ حلال طریقہ سے کمایا ہے یا حرام ذرائع سے سمیٹ لیا ہے۔

اصلاح اعمال کیلئے اکل حلال کی ضرورت | علامہ حافظ منذریؒ نے اپنی کتاب —

”الترغیب والترہیب“ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کپڑا بنا اس میں نو حصے حلال کے ہوں اور ایک حصہ حرام کا ہو، اور وہ اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ انسان کے معدہ کی مثال حوض جیسی ہے۔ اگر حوض یا تالاب کا پانی میٹھا ہو، تو جس باغ کو اس پانی سے سیراب کیا جائے گا تو وہ باغ میٹھا پھل دے گا، اور اگر اس پانی میں کڑوا پن یا شور پن ہو تو میوہ اور پھل میں بھی کڑوا پن پایا جائے گا۔ تو اسی طرح معدہ میں اگر حلال کا رزق ہو تو اس کا اثر خون میں ہوگا۔ اور انسان سے اچھے اعمال شریعت کے رافق زندگی، میٹھی باتیں سرزد ہوں گی۔ اور اگر معدہ حرام مال سے مستغنی ہو گیا ہو۔ اور اعضاء کو (جو کھیت کی حیثیت رکھتے ہیں) معدے کے اس گندے حوض سے سیراب کیا گیا ہو۔ تو سیأت اور مشکوک امور صادر ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل اکثر لوگوں کے کام غلط ہوتے ہیں۔ اگر انسان حضور اور شروع سے وصول کرے تو اس کی نماز میں بھی خضوع خشوع اور حضور کامل ہوگا۔ اگر رزق چوری، ڈکیتی، سینما وغیرہ سے جمع کیا ہو تو وہ شراب نوشی، زنا کاری، سگریٹ، حقہ نوشی، سینما بینی وغیرہ میں صرف ہوگا۔ اور جائز محنت و مشقت حلال کی مزدوری اور ملازمت، صحیح تجارت سے کمایا ہوا مال ہو۔ تو وہ صحیح مصارف میں خرچ ہوگا۔

چوتھا سوال | چوتھا سوال یہ ہوگا۔ دایم النفقہ —؟ تو نے مال کس مصرف اور کس جگہ خرچ کیا تھا۔ تھیٹر اور سینما دیکھنے میں صرف ہوا تھا۔ یا کہیں مسجد، دارالعلوم یا دیگر دینی امور میں خرچ کیا تھا۔ اگر جائز مصرف میں لگا دیا تھا۔ جیسے مسجد، دارالعلوم وغیرہ۔ تو صدقہ جاریہ ہوا۔ قیامت

تمک ابور اس کے عمل نامے میں رکھے جائیں گے، مسجد میں لوگ نماز پڑھیں گے، دارالعلوم میں طلبہ علم دین حاصل کر کے علماء بنیں گے۔ اور دنیا کے اطراف و انماط میں پھیل کر قرآن و حدیث میں کی اشاعت و حفاظت کریں گے جس کا ثواب دارالعلوم بنوانے یا اس کے ساتھ امداد کرنے والوں کو برابر پہنچا رہے گا۔

دنیا داروں کو نصیحت | انیسویں کہ آج اکثر مسلمانوں کا مال سینما تھیٹروں میں صرف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرما دے کہ حلال مال کما کر بجا تر مصارف میں خرچ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ من بنی باللہ مسجد، ابی اللہ له بیتا مثله فی الجنة۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر مسجد تعمیر کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں بتا ہے واسطے کو جنت میں اس مسجد جیسا گھر بنوادے گا۔ مثله میں ثنایت نفس بنا میں ہے۔ ثنایت فی الکمیۃ والکیفیۃ مراد نہیں بکیت میں مشابہت اس لئے نہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ نوصح مشر فی الجنة خیر من الدنیا وما فیہا۔ جنت میں ایک بالمشیت جگہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ ثنایت فی الکلیفیۃ اس لئے نہیں کہ کلے حسنۃ بعشر امثالہا۔ یعنی ہر نیکی کے بدلے دس گنا اجر ہے، تر تشبیہ نفس بنا۔ میں ہے۔

پانچواں سوال | علماء سے پانچواں سوال علم کے متعلق ہو گا۔ دین عالم ماذا عمل فیما علم۔ عالم سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے علم کیسی نعمت کا شکریہ ادا کیا۔ علم کا تقاضا عمل ہے، آپ نے اپنے علم پر کس حد تک عمل کیا۔ ابو داؤد شریف میں حدیث ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عویمرؓ کو فرمایا کہ قیامت کے دن آپ سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے کونسا عمل کیا ہے۔ اور اگر آپ سے جواب دیں کہ میں جاہل ہوں، تو آپ سے باز پرس ہوگی، کہ آپ نے علم کیوں حاصل نہ کیا۔ دونوں حالتوں میں جواب دینا پڑے گا۔

طالب علموں کو نصیحت | طالب علم کا بیٹو! علم حاصل کرو۔ اور اس پر عمل کیا کرو۔ اور عمل کے ساتھ اخلاص شامل کرو۔ انسان عمل کی بدولت، اشرف المخلوقات ہے۔ عمل نہ ہو تو انسان حیوان میں کچھ فرق نہیں۔ میرے حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ بے علم انسان سے پرانا اچھا ہے۔ پیار کو اگر کوئی تو اس سے پانی ٹکل کر سکی بد بھلی جائے گی۔ اور انسان کو اگر کوئی تو اس سے خون اور بد بھیل جائے گی۔ ان اکرمکم عن اللہ التاکم۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بہتر متقی ہیں۔ حقیقت میں دار و دار تقویٰ پر ہے۔ بہت سے بد قسمت مایہ منورہ اور مکہ معظمہ میں رہتے ہیں۔

مگر ان میں تقویٰ نہیں۔ ڈاڑھیاں منڈواتے ہیں، سگریٹ پیتے ہیں۔ اگرچہ شرفِ جوار اور حرمین شریفین کی ہمسائیگی کی سرفرازی ان کو حاصل ہے۔ مگر تقویٰ سے بے بہرہ ہیں۔

علم عمل اور اخلاص کا روح | المحاجر من حجر ما نھی اللہ عنہ - ہاجر تو وہ ہے جس نے ممنوعاتِ خداوندی کو ترک کیا۔ جسم کے لئے روح باعثِ حیات ہے۔ اور روح کے لئے روح علم ہے۔ علم کا روح عمل ہے۔ اور عمل کا روح اخلاص ہے۔ اور اخلاص کے لئے روح عدل و رعیتہ الاخلاص فی اخلاصہ۔ کہ اپنے اخلاص میں بھی اخلاص نظر نہ آئے۔۔۔ یکون مخلصاً ولا یظن نفسه مخلصاً۔ مخلص ہونے کے باوجود اپنے کو مخلص نہ سمجھے۔۔۔ اخلاص کے بعد خود بخود خشیت من اللہ نصیب ہوگی۔ علم، عمل، خشیت اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔

خدا کی شانِ رحمت و بے نیازی | ان اللہ لغنی عن العالمین - اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے۔ چاہے تو ایک نکتہ پر مڑا خدہ فرماوے۔ چاہے تو ایک نکتہ پر مغفرت و رحمت سے نوازے۔۔۔ امام غزالیؒ بہت بڑے عالم اور صوفی گذرے ہیں۔ بغداد میں انہوں نے دارالحدیث بنائی تھی۔ کئی جگہ انہوں نے قرآن و حدیث کے درس دیے۔ احیاء العلوم اور کیا شے سعادت جیسی بلند پایہ تصانیف لکیں۔ کسی نے ان کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا، اور امام غزالیؒ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیسے بخشا، تو امام غزالیؒ نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں میری پیشی ہوئی تو باری تعالیٰ نے پوچھا غزالیؒ تو نے کیا کیا۔ میں نے جواب دیا کہ قرآن و حدیث کے درس دیے، تصنیفات کیں تو خداوندِ کریم نے فرمایا کہ یہ تو کچھ عمل نہیں۔ آپ نے تو اپنی علمی خواہش پوری کی۔ عالم ربانی تو یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی مسئلہ کو بیان کرے۔ عالم کی انگلیاں کسی تحریر و کتابت کی تلاش میں ہوتی ہیں۔ کیا تدبیر و تالیف کے علاوہ بھی اور کوئی عمل ہے۔؟ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ میں خاموش رہا، اور بدن پر خوف و خشیت کے مارے لرزہ طاری ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی شانِ کرمی سے جواب ملا کہ غزالیؒ مت ڈر! ایک دن آپ کچھ لکھ رہے تھے آپ نے جب قلم ودات سے اٹھائی تو اس پر ایک کتھی بیٹھ گئی۔ آپ نے قلم کو جنس نہ دی۔ اور آپ نے کہا کہ کتھی بھوک پیاسی ہے۔ سیاہی پی کر سیر ہو جائے گی۔ میں نے آپ کا وہ عمل قبول کر کے آپ کو بخش دیا ہے۔ سبحان اللہ۔

جنید بغدادیؒ کا واقعہ | حضرت جنید بغدادیؒ جب انتقال کر گئے تو کسی نے ان کو خواب میں

دیکھا۔ اور پوچھا۔ ماصبح اللہ بڑے۔ تو حضرت جنید بغدادیؒ نے جواب دیا کہ وہاں تو کچھ کام نہ آیا۔ مگر چند ٹوٹی پھوٹی رکعات کام آگئیں۔ اللہ تعالیٰ کے اہل وہ عمل مقبول ہے جس میں اخلاص و خشیت ہے۔

یہی اخلاص ہی کی وجہ سے انسان میں خشیت پیدا ہوتی ہے۔ پھر انسان اپنی ہستی کو نیستی سمجھتا ہے۔

نیستی ما باعث ہستی ما پستی ما باعث سر بلندی ما

علماء کو نصیحت | اللہ تعالیٰ ہمیں علم و عمل، اخلاص اور خشیت نصیب فرمائے۔ علم بقدر

عمل زیادہ ہونا چاہئے۔ حضرت امام مالکؒ بہت بڑے عالم اور امام مذہب ہیں۔ احادیث پڑھایا کرتے تھے۔ اپنے شاگردوں کو ہر وقت یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اجعلوا العلم ملئاً والعمل دقیقاً۔ علم نمک جتنا اور عمل آٹے کے مقدار میں۔ جس طرح آٹے اور نمک کی نسبت ہے۔ اسی طرح علم اور عمل کے درمیان نسبت رکھنی چاہئے۔ علماء کو عمل ہی کی بدولت کامیابی ہوگی۔

تعلق علم و خشیت اور علماء کے نکتے | حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس آیت کریمہ انما یخشی اللہ من عبادة العلماء کے ذیل میں لکھا ہے بیشک اللہ تعالیٰ سے علماء ہی ڈرتے

ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ علماء اس آیت پر فخر کرتے ہیں اور اپنی بڑائی کے لئے یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ آیت علماء کے حق میں وعدہ نہیں دے رہی ہے۔ کیونکہ خشیت کو عالم کے ساتھ لازم قرار دیا ہے۔

اور یہ قاعدہ ہے کہ انتقاد لازم سے انتقاد ملزوم والبتہ ہے۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مصنف فتح الباری دہش میں ایک دن احادیث پڑھا رہے تھے کسی عالم نے آیت انما یخشی اللہ من عبادة العلماء

کے متعلق پوچھا کہ اس آیت سے تو حصر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔ اور دوسری آیت میں آیا ہے : ذالک لمن خشی ربہ۔ یہ جنت صرف ان لوگوں کے لئے ہے

جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ تو نتیجہ ظاہر ہے کہ صرف علماء ہی جنت میں جائیں گے، حالانکہ ایسا نہیں۔ تو محدث موصوف کا کافی دیر تک خاموش رہا۔ اور بالآخر انہوں نے کہا کہ علماء سے مراد

المرعدون ہیں۔ یعنی انما یخشی اللہ من عبادة العلماء ای الموحدون۔ تو اس بنا پر جنت موحدون کے لئے ہے۔ اس تو جیہہ سے تو تعظیم ہو جاتی ہے۔ مگر میرے دل میں یہ نکتہ جاگزیں نہ ہوا کیونکہ یہ

آیت علماء کی مزیت و تفصیلت بیان کرنے کے متعلق اترتی جو کہ شان نزول سے ظاہر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نکتہ کا القاء کیا کہ : انما یخشی اللہ من عبادة العلماء میں خشیت

سے مراد الخشیۃ المطلقة الکاملۃ ہے۔ لا مطلق الخشیۃ اور الخشیۃ المطلقة الکاملۃ صرف علماء ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ اور ذالک لمن خشی ربہ میں خشیت سے مراد مطلق الخشیۃ

ہے۔ تو جنت ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دلوں میں مطلق خشیت ہوگی۔ اس صورت میں جو آیت

علماء کی فضیلت میں اترتی ہے۔ اپنی حالت پر رہ گئی۔

علم کے ساتھ ادب کی ضرورت | اللہ تعالیٰ ہمیں علم و عمل اور علم کے آداب نصیب فرمائے
علم کے ساتھ ادب لازم ہے۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ میں نے اٹھارہ سال ادب سیکھنے میں صرف
کئے اور دو سال علم حاصل کرنے میں۔ مگر افسوس ہے۔ کاش! یہ دو سال بھی ادب ہی میں گزارتا۔

ادب تا جمیست از لطف الہی بنہ بر سر بر و ہر جا کہ خواہی

جے ادب خود را نہ تنہا ساخت بد بلکہ آتش در ہمہ آفتاق زد

اللہ تعالیٰ وہ علم ہمارے دلوں میں بجا کرے، جو مسلمانوں کی یگانگت اتفاق و اتحاد
کا باعث ہو۔ ایسا علم جو کہ مسلمانوں میں تفرقہ اندازی اور اختلافات پیدا کر دے، وہ علم نہیں۔

تو ہر اسے وصل کر دن آمدی نے ہر اسے فصل کر دن آمدی

اتحاد اور اتفاق پر زور | بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لے آئے،

اوس اور خزرج کو آپس میں بھائی بھائی کر دیا۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے

مخالف ہو رہے ہیں۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ میری جماعت بڑھ جائے۔ ہر پیر یہ چاہتا ہے کہ

میرے مرید زیادہ ہوں۔ ہر عالم اس تلاش میں ہے کہ میرے شاگردوں کی تعداد بڑھ جائے۔ ایسے

علوم سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، ایک عالم ربانی وہ کام کر سکتا ہے جو کوئی علماء نہیں کر سکتے۔

یہ دارالعلوم باغ محمدی ہے | وقت زیادہ گزر گیا، تین بج گئے آپ کے ساتھ میرا وعدہ

تھا کہ تین بجے دارالعلوم حقانیہ سے روانگی ہوگی، اس سے اب میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسے

کو ایسا مدرسہ بنا دے کہ اس سے علمائے حقانی نکلیں جس طرح یہ مدرسہ حقانیہ ہے، اسی طرح حق

کے علماء اس سے نکلتے رہیں جو حق بیان کرنے میں کسی سے نہ ڈریں۔ اور لایحافوت لعمرتہ لاکھ

کے مصداق بن جائیں۔ خاص کر حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے علم میں ان کی عمر میں اور ان

کی اولاد کے علم میں برکت عطا فرماوے۔ آمین۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ اور اس کے ارکین

کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ یہ دارالعلوم باغ محمدی ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

مناسب ہے کہ ہر ایک مسلمان اس کو سرسبز و شاداب رکھنے کی کوشش کرے۔ میرے بس

میں بھی یہی ہے۔ کہ اس کے لئے دعا کروں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی کامیابی و ترقی کے لئے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوارہ اور روضہ مبارک کے ساتھ دعائیں کرتا رہوں گا۔ العلم اساس

علم تو بنیاد ہے، پھر علم القرآن والاحادیث۔ میں نے اپنے لئے اور اپنے طالب علموں

حضرات کو کچھ نصیحت کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عبادات میں اعتقادات میں معاملات میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع نصیب فرمادے۔ ہمیں غلامانِ مصطفیٰ بننے کی توفیق بخشے آج کل دعویٰ تو غلامانِ رسول کا کرتے ہیں، مگر صورت و سیرت میں یورپ کی غلامی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ جو اپنے گلے سے نکٹائی دور نہیں کر سکتا وہ کس منہ سے رسول کی غلامی کا دعویٰ کرتا ہے۔ الحمد للہ میری تبلیغ کامیاب ہے۔ کیونکہ نیت خالص اللہ ہے۔ للنفس نہیں۔ اللهم وفقنا و فقهنا و فقهنا بحسب ما نحب و ترمی و احفظنا و احفظهم و استرنا و استرهم۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(پھر اس کے بعد حضرت مولانا غلامی نے نہایت تضرع و الحاح سے جامع مانع دعا فرمائی اور اپنی جیب خاص سے تین صد روپے دارالعلوم کے زیر تعمیر مسجد کے لئے عطا فرمائے۔ اور سیکڑوں طالبانِ معرفت کو بیعت کی نعمت سے نوازا۔)

■ ■

پر پڑے گا جو ایک گھنٹہ محنت کی اجرت ۲۵ پیسے وصول کرتے ہوں گے۔

ایک دوسری مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک جماعت کے سب افراد ۲۵ پیسے یومیہ کے حساب سے ایک خزانچی کے پاس رقم جمع کرتے ہیں اور سال بعد ہر شخص اپنی پس انداز کی ہوئی رقم وصول کرنے آتا ہے، اس وقت چند افراد ۵۰ پیسے یومیہ کے حساب سے رقم وصول کرتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ باقی افراد ۲۵ پیسے یومیہ سے کم فی کس رقم وصول کریں گے۔ کسی ملک کے تمام محنت کش سارا سال محنت کرتے ہیں اور جس قدر ان کی محنت سے دولت پیدا ہوتی ہے وہ ساری کی ساری منڈی میں دکانوں پر رکھ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہر ایک کو کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے جتنی محنت کی ہے اس نسبت سے دکانوں سے دولت حاصل کرے اور اس مقصد کے لئے انہیں زر، روپیہ (جس کا دوسرا نام قوت خرید ہے) دے دیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر بعض افراد کو انکی محنت کی زیادہ اجرت ملی ہوگی تو وہ دکانوں سے زیادہ دولت خرید لیں گے۔ اور باقی دولت کی اور لوگوں کی قوت خرید یعنی طلب سے گھٹ جائے گی اور چیزوں کی قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ گویا ۲۵ پیسے میں ۲۵ پیسے کی مالیت کی چیزیں نہیں خریدی جاسکیں گی۔ جو شخص ۲۵ پیسے دے گا اُسے ۲۰ پیسے کی چیز ملے گی۔ یہ نا انصافی صرف اس لئے ہوتی کہ محنت کشوں کے ایک خاص طبقے کو معیار سے زیادہ اجرتوں سے نوازا گیا ہے۔

■ ■